تقلید مجتہدین خیر القرون میں !

حضرت مولانا محمد عبد الرشید نعمانی رحمۃ اللہ علیہ

عقل وشرع دونوں کا فتویٰ ہے اور سب کو معلوم بھی ہے کہ نادان اور دانا، عالم اور جاہل، خاصی اور عامی کسی امر کی حقیقت معلوم کرنے میں برابر نہیں، خواہ اس امر کا تعلق علوم دنیوی سے ہو یا علوم دینی سے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

’’قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الَّذِيْنَ يَعْلَمُوْنَ وَالَّذِيْنَ لَايَعْلَمُوْنَ، إِنَّمَا يَتَذَكَّرُ أُولُوا الْأَلْبَابِ‘‘۔ (الزمر:۹)

’’آپ فرما دیجئے! کہیں برابر ہوتے ہیں علم والے اور بے علم، سوچتے وہی ہیں جو عقل رکھتے ہیں۔‘‘

فارسی کی مشہور مثل ہے: ’’علم شے بہ از جہل شے‘‘ اسی لیے بے علم کو یہ ہدایت کی جاتی ہے کہ وہ ہر معاملے میں اہل علم سے رجوع کیا کرے، شریعت میں تو اس کی اور زیادہ تاکید ہے۔ حق تعالیٰ شانہٗ کا ارشاد ہے: ’’فَاسْئَلُوْا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَاتَعْلَمُوْنَ‘‘۔ (النحل:۴۳)..... ’’سو پوچھ لو یاد رکھنے والوں سے اگر تم علم نہیں رکھتے۔‘‘ اور حدیث نبوی میں وارد ہے: ’’شفاء العی السوال‘‘ (رواہ ابوداؤد وابن ماجہ، وابن خزیمہ وابن الجارود والحاکم والدارقطنی والضیاء فی ’’المختارۃ‘‘)..... ’’درماندہ کا علاج ہی دریافت کرلینا ہے۔‘‘

معلوم ہوا کہ غیر اہل علم کو جب بھی ضرورت پیش آئے ’’اہل علم‘‘ سے مسئلہ دریافت کرکے اس پر عمل کرے۔ لیکن شریعت کا مسئلہ بتانا ہر شخص کا کام نہیں، اس کے لیے دینی تفقہ کی ضرورت ہے، جو شخص فقیہ نہ ہو اس کا فتویٰ قابل قبول نہیں، قرآن کریم میں ارشاد ہے:

’’وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَافَّةً فَلَوْلَانَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَائِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا فِى الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ إِذَا رَجَعُوْا إِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ‘‘۔ (التوبہ:۱۲۲)

’’اور ایسا تو نہیں کہ سارے ہی مسلمان نکل کھڑے ہوں، پھر کیوں نہ نکلا ہر جماعت میں سے ان کا ایک حصہ، تاکہ وہ دین میں سمجھ پیدا کریں اور جب اپنی قوم کی جانب لوٹ کر آئیں تو ان

www.banuri.edu.pk

کوڈرائیں، تاکہ وہ (خدا کی نافرمانی سے) بچتے رہیں‘‘۔

اس آیت شریفہ سے واضح ہوا کہ ’’اِنذار‘‘ خدا کے حکموں سے ڈرانا اوراس کے احکام کی تبلیغ کرنا اور مسائل شرعیہ کا بتانا ان لوگوں کا حق ہے جن کو’’تفقہ فی الدین‘‘ یعنی دینی مسائل کی سمجھ حاصل ہو اور خدا کے حلال وحرام اوراس کی مرضی نامرضی کو جانتے ہوں اور دوسرے لوگوں کا کام ان کے بتلائے ہوئے احکام کے مطابق عمل کرنا ہے اور حدیث شریف (مشکوٰۃ المصابیح ،صفحہ:۳۶) میں وارد ہے:

’’نعم الرجلُ الفقيهُ في الدين إن احتيج إليه نفع، وإن استغنى عنه أغنٰى نَفْسَهُ‘‘۔

’’بڑا اچھا ہے وہ شخص جو دین میں فقیہ ہو کہ اس کی طرف حاجت پڑے تو وہ نفع پہنچائے اور اگر اس سے بے نیازی کی جائے تو وہ اپنے آپ کو بے نیاز رکھے۔‘‘

مطلب یہ کہ فقیہ کی شان یہ ہے کہ لوگ اس سے مسئلے پوچھیں تو ان کو نفع ہو اور اگر اس سے استغناء برتیں تو وہ دوسرے کا محتاج نہیں کہ اس کو کسی سے مسئلہ دریافت کرنے کی حاجت ہو۔

علمی اصطلاح میں جو شخص فتویٰ دینے کا اہل ہو اور ادلۂ شرعیہ سے احکام شرعیہ کو نکال سکے وہ فقیہ اور مجتہد کہلاتا ہے اور جس میں یہ اہلیت نہ ہو وہ عامی ہے۔ اس کو چاہیے کہ مجتہد کے قول پر عمل کرے اور اس کی تقلید کرے۔ یہ مسئلہ امت مرحومہ کا اجماعی مسئلہ ہے اور اس میں اہل حق کا کوئی اختلاف نہیں ہے، چنانچہ علامہ محدث ابوالحسن صغیر سندھی مدنی ’’بہجۃ النظر شرح نخبۃ الفکر‘‘ میں فرماتے ہیں:

’’وقد أجمع الأمة على أن العامي مامور باتباع المفتي مع أنه ربما يخبر عن رأيه۔‘‘ (بہجۃ النظر شرح نخبۃ الفکر،ص:۱۹،طبع: مطبع محمدی لاہور،۱۳۰۹ھ)

’’امت کا اس مسئلہ پر اجماع ہے کہ عامی کو یہ حکم ہے کہ وہ مفتی کا اتباع کرے، حالانکہ بعض وقت مفتی فتویٰ میں صرف اپنی رائے ہی کا اظہار کرتا ہے۔‘‘

عہدِ رسالت سے لے کر آج تک امت کا عمل اسی طریق پر ہے، عہد نبوی میں مدینہ منورہ میں تو خود صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حضور علیہ الصلاۃ والسلام سے آکر مسائل معلوم کیا کرتے تھے، لیکن مدینہ منورہ کے علاوہ جو شہر اور بستیاں تھیں، وہاں کے رہنے والے ان حضرات کے فتووں اور فیصلوں پر عمل کرتے تھے، جن کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے وہاں قاضی اور معلم بنا کر بھیجا تھا۔ حضرت میاں نذیر حسین صاحب دہلویؒ ’’معیار الحق‘‘ میں مولانا حیدر علی صاحب ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ سے ناقل ہیں:

’’بر اہل علم مخفی نیست کہ از صحابہ کرامؓ چند صحابہؓ معدود مجتہد بودند و باقی ہمہ مقلد۔‘‘

’’اہل علم پر یہ مخفی نہیں کہ صحابہ کرامؓ میں سے چند گنے چنے صحابیؓ مجتہد تھے اور باقی سب مقلد۔‘‘ (معیار الحق،ص:۸۳،طبع: مطبع رحمانی دہلی،۱۳۳۷ھ)

یہ عبارت مولانا حیدر علی صاحب ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ کے اس فتوے کی ہے جس کو میاں صاحب موصوف نے اس تمہید کے ساتھ اپنی کتاب ’’معیار الحق‘‘ میں نقل کرکے مسلم رکھا ہے کہ:

www.banuri.edu.pk

''مولانا مغفور نے ۱۲۷۰ھ میں ایک فتویٰ جواب میں کسی سائل کے تحریر فرمایا تھا اور ۱۲۷۱ھ میں مع مواہیر علمائے ٹونک اور دہلی بقالب طبع آیا تھا، وہ بھی نقل کیا جاتا ہے۔'' (ص:۸۱)

یہ بھی واضح رہے کہ مولانا حیدر علی صاحب ٹونکی رحمۃ اللہ علیہ کی جلالت علمی کا اعتراف میاں صاحب مرحوم نے ان الفاظ میں کیا ہے:

''مولوی سید حیدر علی مرحوم ساکن قصبہ ٹونک کہ جو بڑے عالم متبحر، جامع معقول اور منقول، شاگرد رشید مولانا شاہ عبدالعزیز اور مولانا شاہ رفیع الدین قدس سرہما کے تھے''۔ (ص:۷۹)

اور حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ''قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین رضی اللہ عنہما'' میں رقم طراز ہیں:

صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ ہمہ دریک مرتبہ نبودند، بلکہ بعض ایشاں مجتہد بودند و بعض مقلد، قال اللّٰہ تعالیٰ: ''لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ۔'' (ص:۲۵۱، طبع: مطبع مجتبائی دہلی، ۱۳۱۰ھ)

''صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ سب ایک مرتبہ کے نہ تھے، بلکہ بعضے ان میں سے مجتہد تھے اور بعضے مقلد، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ''ضرور معلوم کرلیتے اس امر کو وہ لوگ کہ جو اس امر کی ان میں سے تحقیق کرنے والے ہیں (معلوم ہوا دوسرے لوگ محقق نہیں، مقلد تھے)۔''

غرض صحابہ رضی اللہ عنہم اور تابعین رحمہم اللہ کے دور میں عام لوگ اپنے اپنے شہر کے فقہاء اور اہل فتویٰ کی تقلید کیا کرتے تھے اور ان ہی کے بتائے ہوئے مسئلوں پر عمل کرتے تھے۔ بعد کو جب تبع تابعین رحمہم اللہ کے دور میں علوم اسلامی کی تدوین شروع ہوئی اور اس سلسلے میں علم فقہ کی تدوین بھی کتابی شکل میں عمل میں آئی تو اس دور کی حکومتوں نے اس کو اپنا دستور العمل بنایا اور عوام و خواص نے اسی فقہ مدوّن پر عمل شروع کردیا۔ علامہ عزالدین بن عبدالسلام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''إن الناس لم يزالوا من زمن الصحابة إلٰى أن ظهرت المذاهب الأربعة يقلدون من اتفق من العلماء من غير نكير من أحد۔''

(ملاحظہ ہو، عقد الجید فی احکام الاجتہاد والتقلید، از شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمہ اللہ، ص:۲۹، طبع: مطبع مجتبائی دہلی، ۱۳۴۴ھ)

''بے شک لوگ صحابہ رضی اللہ عنہم کے عہد سے لے کر چاروں مذہبوں کے شائع ہونے تک ان علماء کی تقلید کرتے رہے جو اُن کو ملتے، اس امر پر کسی نے نکیر نہیں کی۔''

مجتہدین اگرچہ بہت ہوئے ہیں، لیکن حق تعالیٰ نے جو قبول عام ان ائمہ اربعہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ، امام مالک رحمۃ اللہ علیہ، امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کو نصیب فرمایا، وہ دوسرے ائمہ کو نصیب نہ ہوا۔ شاہ اسماعیل شہید دہلوی رحمۃ اللہ علیہ ''صراط مستقیم'' میں فرماتے ہیں:

''امامت در ہر کمال عبارت است از حصول مشابہت تامہ بانبیاء اللہ درآں کمال، مثلاً علم باحکام شرعیہ..... پس مشابہ بانبیاء دریں فن ائمہ مجتہدین مقبولین اند، پس ایشاں را اَز ائمہ فن باید شمرد مثل ائمہ اربعہ، ہر چند مجتہدین بسیار از بسیار گزشتہ اند، فاما مقبول درمیان جمہور

امت ہمیں چند اشخاص اند، پس گویا کہ مشابہت تامہ دریں فن نصیب ایشاں گردید، بناءً علیہ درمیان جماہیر اہل اسلام از خواص وعوام بلقب ''امام'' معروف گردیدند وبقوت اجتہاد موصوف۔'' (صراط مستقیم، ص:۹۰-۹۱، مطبوعہ: مطبع مظہری کلکتہ، ۱۲۶۵ھ)

''کسی کمال میں امامت کا مطلب یہ ہے کہ اس کمال میں انبیاء اللہ سے مشابہت تامہ حاصل ہو جائے، مثلاً احکام شرعیہ کا علم ہے کہ ....اس فن میں انبیاء علیہم السلام سے مشابہ مجتہدین مقبولین ہی ہیں، لہٰذا ان حضرات کو ائمہ فن میں شمار کرنا چاہیے، جیسے کہ حضرات ائمہ اربعہ رحمہم اللہ تعالیٰ ہیں کہ اگرچہ مجتہدین زیادہ سے زیادہ ہو گزرے ہیں، لیکن جمہور امت کے درمیان مقبول یہی چند حضرات ہیں، پس گویا مشابہت تامہ اس فن میں انہی حضرات کے نصیب میں آئی، اسی بنا پر عامہ اہل اسلام کے درمیان چاہے وہ خواص ہوں یا عوام، یہی حضرات ''امام'' کے لقب سے معروف اور قوتِ اجتہاد سے موصوف ہیں۔''

ان حضرات ائمہ اربعہ میں امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ تو تابعی ہیں اور امام مالک رحمۃ اللہ علیہ تبع تابعی اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ اور امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے تبع تابعین کا زمانہ پایا ہے۔ ان حضرات ائمہ کی فقہ مدون ہونے کے ساتھ ہی امت میں اس پر عمل درآمد شروع ہوگیا اور ان کے عہد سے لے کر آج تک تمام اہل سنت وجماعت ان ہی حضرات کی فقہ کے پیرو ہیں۔ ان حضرات کا اختلاف بھی امت اسلامیہ کے لیے رحمت ہے۔ واضح رہے کہ مجتہد سے اگر کسی مسئلہ میں خطا بھی ہو جائے تو ایک اجر ملتا ہے، ورنہ دوہرا اجر تو اس کا ہے ہی۔ حافظ ابوالمحاسن دمشقی رحمۃ اللہ علیہ ''عقود الجمان'' میں فرماتے ہیں:

''اعلم رحمک اللّٰہ أن الأمة المحمدیة فی جمیع بلاد الإسلام من أثناء القرن الثانی إلٰی زماننا ہذا –وہو سنة ثمان وثلاثین وتسع مائة– لایخرج أحد منہا إذا کان غیر مجتہد عن أن یکون مقلداً لأحد من الأئمة المجتہدین فی الفقہ لأنہم کلہم علٰی ہدیً من اللّٰہ تعالٰی۔'' (عقود الجمان، ص:۶، طبع حیدرآباد دکن، ۱۳۹۴ھ)

''تمہیں معلوم ہونا چاہیے- اللہ تم پر رحم فرمائے- کہ امت محمدیہ میں تمام بلاد اسلامی میں دوسری صدی کے وسط سے لے کر ہمارے اس زمانے تک- کہ ۹۳۸ھ ہے- کوئی غیر مجتہد شخص ایسا نہیں گزرا کہ جو فقہ میں ائمہ مجتہدین میں سے کسی کا مقلد نہ رہا ہو، کیوں کہ یہ سب حضرات حق تعالیٰ کی طرف سے ہدایت پر تھے۔''

غرض اواخر عہد تبع تابعین سے لے کر آج تک امت اسلامیہ کا سوادِ اعظم ان ہی مذاہب اربعہ سے وابستہ رہا ہے۔ میاں نذیر حسین صاحب دہلویؒ بھی ''معیار الحق'' میں مذاہب اربعہ کی تقلید کو مباح قرار دیتے ہیں، چنانچہ ان کے الفاظ ہیں:

''باقی رہی تقلید وقتِ لاعلمی، سو یہ چار قسم ہے: قسم اول واجب ہے اور وہ مطلق تقلید ہے کسی مجتہد اہل سنت کے سے لاعلی التعیین، جس کو مولانا شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ''عقد

www.banuri.edu.pk

الجید'' میں کہا ہے کہ یہ تقلید واجب ہے اور صحیح ہے باتفاق امت........۔
قسم ثانی مباح اور وہ تقلید مذہب معین کی ہے، بشرطیکہ مقلد اس تعین کو امر شرعی نہ سمجھے، بلکہ اس نظر سے تعین کرے کہ جب کہ امر اللہ تعالیٰ کا واسطے اتباعِ اہل ذکر کے عموماً صادر ہوا ہے، تو جس ایک مجتہد کا اتباع کریں گے اسی کی اتباع سے عہدۂ تکلیف سے فارغ ہوجائیں گے اور اس میں سہولت بھی پائی جاتی ہے۔'' (معیار الحق، ص:۴۱-۴۲)

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے اور مذاہب اربعہ پر جمع ہوجانے کی برکت کہ جتنے اساسی گمراہ فرقے نکلے وہ ان چاروں مذاہب پر لوگوں کے جمع ہوجانے سے پہلے پہلے نکلے۔ جب سے لوگوں نے مذاہب اربعہ کی پیروی شروع کی، نئے نئے فرقے بننا بند ہوگئے۔ چنانچہ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

''تا وقتیکہ مردم بر ہر چہار مذہب استوار نشدند وتقلید ایشاں اختیار نہ کردند ہفتاد و چند فرقہ پیدا شدند وبعد از ایشاں تابعان ہمہ فرقہ ہا باقی ماندند ومذاہب دیگر مخترع نگشت۔'' (فتاویٰ عزیزی، ج:۱،ص:۱۶۵، طبع: مطبع مجتبائی دہلی، ۱۳۴۱ھ)

''جس وقت تک کہ لوگ چاروں مذہب پر پختہ نہ ہوئے تھے اور ان کی تقلید انہوں نے اختیار نہ کی تھی، ستر سے اوپر فرقے پیدا ہوئے اور ان کے بعد تمام فرقوں کے پیرو تو باقی رہے اور دوسرے نئے مذاہب پیدا نہ ہوئے۔''

اہل بدعت، روافض کو ہمیشہ ان مذاہب چہارگانہ کے اختیار کرنے پر اعتراض رہا، چنانچہ ابن مطہر حلی نے ''منہاج الکرامہ'' میں اہل سنت پر یہی اعتراض کیا ہے کہ ان لوگوں نے اپنی طرف سے یہ چار مذاہب نکال لیے ہیں اور حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے ''منہاج السنہ'' میں اس رافضی کے اس اعتراض کے متعدد جوابات دیئے ہیں اور شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مشہور کتاب ''تحفہ اثنا عشریہ'' کے باب دوم میں روافض کے مکائد کی تفصیل بتاتے ہوئے رقمطراز ہیں:

''کید ہشتاد وپنجم آں کہ طعن کنند بر اہل سنت وجماعت کہ ایشاں مذہب ابوحنیفہؒ وشافعیؒ ومالکؒ واحمدؒ اختیار می کنند۔'' (تحفہ اثنا عشریہ، ص:۱۰۹، طبع: نول کشور لکھنؤ، ۱۳۰۲ھ)

''رافضیوں کا پچاسی واں فریب یہ ہے کہ اہل سنت وجماعت پر طعن کرتے ہیں کہ یہ لوگ ابوحنیفہ، شافعی ومالک اور احمد رحمۃ اللہ علیہم کا مذہب اختیار کرتے ہیں۔''

اور پھر اس طعن کا اس طرح جواب دیتے ہیں:

''جواب ایں کید آں کہ نبی صاحب شریعت است نہ صاحب مذہب، زیرا کہ مذہب نام راہے است کہ بعض اُمتیاں را درفہم شریعت کشادہ شود وبعقل خود چند قاعدہ قرار دہند کہ موافق آں قواعد استنباطِ مسائل شرعیہ از ماخذ آں نمایند ولہٰذا محتمل صواب وخطا می باشد ولہٰذا

مذہب رابسوئے خدا و جبریل و دیگر ملائکہ نسبت کردن کمال بے خردیست۔'' (ایضاً، ص:۱۰۹)

''اس کید کا جواب یہ ہے کہ نبی صاحب شریعت ہوتا ہے نہ کہ صاحب مذہب، کیونکہ مذہب تو اس راہ کا نام ہے جو بعض امتیوں پر فہم شریعت کے سلسلے میں کھلتی ہے اور پھر وہ اپنی عقل سے چند قاعدے مقرر کرتے ہیں، ان قواعد کے مطابق شرعی مسائل ان کے ماخذ (کتاب وسنت واجماع وقیاس) سے نکالتے ہیں اور اس لیے مسائل کے نکالنے میں خطا اور صواب دونوں کا احتمال ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ خدا، جبریلؑ، ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام کی طرف مذہب کی نسبت کرنا نہایت بے وقوفی ہے۔ (چنانچہ اللہ ورسول کا دین کہتے ہیں، اللہ ورسول کا مذہب نہیں کہتے)۔''

اس کے بعد فرماتے ہیں:

''مقلد را در اتباعِ شریعتِ پیغمبر از توسط مجتہد ناگزیر است ..... پس اہل سنت را در اتباع ابوحنیفہؒ وشافعیؒ چہ گناہ لازم آمد۔'' (ایضاً، ص:۱۱۱)

''مقلد کو پیغمبر کی شریعت پر چلنے کے لیے مجتہد کے واسطے کے بغیر چارہ نہیں.... پس اہل سنت پر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کی اتباع کرنے میں کیا گناہ لازم آگیا۔''

ہندوستان میں بھی جن لوگوں نے تقلید مجتہدین اور مذاہب اربعہ کے اختیار کرنے پر انکار کیا ہے، وہ روافض ہی کی تقلید کا اثر ہے، چنانچہ گزشتہ صدی میں مولوی عبدالحق بنارسی المتوفی: ۱۲۸۶ھ نے اس سلسلہ میں بڑا سخت فساد برپا کیا تھا، جس کی وجہ سے ہندوستان کے عام مسلمانوں میں سخت انتشار پیدا ہوگیا تھا، یہ مولوی صاحب بھی ایک زمانہ میں تشیع کا شکار رہ چکے ہیں، چنانچہ نواب صدیق حسن خان صاحب ''**سلسلة العسجد فی ذکر مشائخ السند**'' میں ان کے بارے میں لکھتے ہیں:

''دراواسط عمر بعض تزلزل درعقائد ایشاں ومیل بسوئے تشیع وجزءاں معرف است۔''

(سلسلۃ العسجد فی ذکر مشائخ السند، ص:۳۶، طبع بھوپال ۱۲۹۲ھ)

''اپنی عمر کے درمیانی حصہ میں کچھ تزلزل ان کے عقائد میں اور تشیع وغیرہ کی طرف ان کا میلان مشہور ہے۔''

یہی زمانہ ہے جب موصوف نے ''**الدر الفرید فی المنع عن التقلید**''، لکھی تھی جس کا جواب مولانا تراب علی صاحب لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ نے ''**سواء الطریق**'' لکھ کر مولوی عبدالقادر سندیلی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے چھپوایا تھا، اسی زمانہ میں شیخ احمد اللہ بنارسی نے حرمین شریفین کا سفر کیا تھا اور ۱۳۵۷ ہجری میں وہاں کے علماء سے تقلید مجتہدین کے بارے میں فتاویٰ حاصل کیے تھے اور ان سے ایک سال پہلے منشی حسن علی بنارسی نے ۱۳۵۶ ہجری میں علمائے حرمین شریفین سے اسی سلسلہ میں استفسار کیا تھا۔ یہی وہ فتاویٰ ہیں جو ''**تنبیہ الضالین وهدایة الصالحین**'' کے نام سے اسی زمانہ میں طبع ہوئے تھے اور پھر متعدد بار ان کی طباعت عمل میں آئی۔

مولوی عبدالحق بنارسی کے متعلق مولانا سید عبدالحی حسنی لکھنوی رحمۃ اللہ علیہ المتوفی: ۱۳۴۱ھ نے اپنی کتاب

www.banuri.edu.pk

’’معارف العوارف فی أنواع العلوم والعارف ‘‘میں- جو ’الثقافة الإسلامية فی الهند ‘‘ کے نام سے دمشق سے ۱۳۷۷ھ میں شائع ہوئی ہے- جو اظہارِ خیال فرمایا ہے وہ درج ذیل ہے، فرماتے ہیں:

’’ومنهم من سلک مسلک الإفراط جداً وبالغ فی حرمة التقليد وجاوز عن الحد، بدع المقلدين وأدخلهم فی أهل الأهواء، ووقع فی أعراض الأئمة لاسيما الإمام أبي حنيفة وهذا مسلک الشيخ عبد الحق بن فضل الله البنارسی والشيخ عبد الله الصديقی الإله آبادی وغيرهما۔‘‘ (معارف العوارف فی أنواع العلوم والعارف، ص:۱۰۴)

’’اور ان میں سے بعض لوگ وہ ہیں جنہوں نے سخت زیادتی کا راستہ اختیار کیا، تقلید کی حرمت میں مبالغہ سے کام لے کر حد سے بڑھ گئے، مقلدین کو بدعتی ٹھہرایا اور ان کو اہل ہوا میں داخل کیا اور ائمہ کی اہانت کی، خصوصاً امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی، شیخ عبدالحق بن فضل اللہ بنارسی اور شیخ عبداللہ صدیقی الہ آبادی وغیرہ کا یہی طریقہ ہے۔‘‘

سید صاحب نے شیخ بنارسی کے بارے میں جو رائے ظاہر کی ہے، اس سے ناظرین بنارسی صاحب کی کارگزاری کا پوری طرح اندازہ لگا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سب مسلمانوں کو افراط وتفریط سے بچائے۔ واللّٰه يقول الحق وهو يهدی السبيل

www.banuri.edu.pk